

اکفے

غالب کی منتخب غزوں پر
ش-م-عارف ماهر آردوی

کی

ہم غزلیں

ناشر:-

حلقة احباب آرا

قیمت: دو روپیہ

هر تب :- پروفیسر ڈاکٹر سمیع الحق حزین، ایم۔ای۔ڈی۔لٹ
صدر شعبہ فارسی دارود، رانچی کالج، رانچی

ناشر:- حلقة احباب، آرا
(معرفت تلچ پیاسی، محمد علیش پورہاؤس - مجلہ ہبادیوا، آرا)

کتابت:- سورن داناپوری

طبعاً:- لیلیں لندھو پریس، رمنہ روڈ - پنہہ ۲

سال طباعت:- فدری ۱۹۳۷ء۔ (محرم ۱۳۹۳ھ)

تعداد:- ۵۰۰

قیمت:- دو روپیہ

ملنے کے پتے:-

مکتبہ حلقة احباب، آرا

حاجی شرف الدین، گوپالی چوک، آرا

شلگفتہ اکاڈمی، بره بترہ، آرا

عکس درون

ج	نکس درون
د	عرض حوال
د	امح پیامی معتمد حلقه اجباب، آرا
د	عرض هرتب
ح	آہنگ غالب
ا	انساب
س	غزلیات
۳۸	قطعه تاریخ از علیمه قتیل داناپوری

عرضِ حال

اولیمِ انسانیت کے شہنشاہ، بھر محبت کے مینارِ خوبیار، فضائے خلوص کے شہیانہ،
دشتِ تحقیق کے صحراء نور، صنیمِ شانزی کے پرستاہ، شہزادب آرائے قاضی اور حلقة احباب آرائے
کے گاندھی۔ یہ میں جناب شش-م-غافل، صاحف آردی۔

غالب نے اپنے بارے میں کہا تھا :

ہو گا کوئی ایسا بھی جو غالب کو نہ جانے
ذرا تصرف کے ساتھ یوں بھی کہا جا سکتا ہے :

ہو گا کوئی ایسا بھی جو ماہر کو نہ جانے

جناب ماهر آردوی حس قدر اپنی تحقیق، شانزی، افسانہ نگاری کے لئے مشہور ہیں۔ اسی قدر دہ
اپنے خاص و اخلاق اور انسانیت و محبت کے لئے مشہور ہیں۔ کسی نے سچی محبت کی تعریف یوں کی ہے:
”دوسردی کی ضرر توں کا صحیح تبریز وقت اندازہ اور اسے خیر محسوس طور پر پورا کر دینا ہی سچی محبت کے“
یہ بات جناب ماهر آردوی پر بالکل صادق آتی ہے۔ وہ انسان سے بھی محبت کرتے ہیں اور ادب سے
بھی۔ اور دونوں کا پورا پورا حق ادا کرتے ہیں۔

جناب ماهر آردوی کے تحقیقی مضمایں، غزلیں اور افسانے برا بر جرامد میں شائع ہوتے ہے
ہیں۔ ”سنگ گران“ میں جناب ماهر کی تینیں غزلیں، راقم الحروف کے پانچ افسانے اور جناب طفرضی
کا لوی کی بھی تینیں غزلیں شائع ہوئیں طفرضی ۱۹۱۶ء حلقة احباب آرائے مختار تھے۔ انہوں نے
جناب ماهر آردوی سے فرمائش کی بھی کرده، غالب کی زین میں غزلیں کہیں اور اس الگ شائع کرائیں۔

محبے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ آج جب میں حلقة احباب آرائے مختار ہوں تو جناب
 Maher آردوی کی دی گز لیں ”آب تقا“ کے نام سے حلقة احباب آرائے شائع کر رہا ہے۔

ہوئی تا خیر تو کچھ باعث تا خیر بھی تھا

(معتمد حلقة احباب آرائے جگدیش پورہ اور جمادیہ شائع پایا گی) — اسر جنوری ۲۰۱۴ء

عرضِ مرتب

اس نمائش کی دنیا میں خاموش جدوجہد کرنے والوں کا بھی ایک مقام ہے
اور جو سع پوچھئے تو انہیں کے دم سے شیع حیات روشن ہے۔ کیونکہ انہیں کے دم قدم
سے تعمیر و تشكیل کے پروگرام چل رہے ہیں۔ ایسے افراد اپنے اندر اتحاد امکانات
کے متحمل ہوتے ہیں اور ان کی سب سے بڑی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ جھبیل لیتے
ہیں، مگر داد کے طلبگار بھی نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہ شعر ہے

منصب و شہرت کا طالب ہے جہاں
ہم بھی اور وہ کی طرح ہو جائیں کیا

اسی انفرادیت کا غماز ہے۔

منذکرہ شعر برادر محترم جناب شش - م - غرفت ماهر آردوی کا ہے اور اس شعر
میں موصوف کی زندگی کا دہ خاکہ ہے جو گذشتہ بیس، چھپس سالوں سے میری نظر میں ہے۔
ماہر صاحب جس طرح مجہوں سے عمر کی مسافت میں محفوظ دو ایک قدم آگے گئے ہیں۔ اسی طرح وہ
طالب علمی کے دور میں بھی دو ایک درجہ آگے تھے۔ پلی بارہ آر اجینہ کالج میں میراں کا گھر ار بٹ قائم
ہوا۔ ہماری دوستی کی طرح یور پڑی کہ :

ایک دن نجھے ہبین کالج کے پرنسپل صاحب کے دفتر کے سامنے کھڑے نظر آئے۔ میں اسی طر
سے گزر رہا تھا، مجھے دیکھتے ہی بلا یا۔ میں ان کی طرف بڑھا خیرت پوچھی دہ فرمائے لگے :

”بھائی! آپ لوگ ایک طرف تو کہتے ہیں اردد کا کوئی مستقبل نہیں اور دوسرا طرف غمی
طور پرچھے اس کی بقا کیلئے کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے نا، اس کالج سے میگرین نکلا ہے۔ اس
سال بھی نکلنے جا رہا ہے۔ مگر حرف! اب تک اردد کے لئے اس میں ایک صلحی بھی نہیں رہا ہے۔
میرے ساتھ چلئے۔ پرنسپل صاحب سے مل کر کالج میگرین میں اردو سکشن کا اضافہ کرایا جائے“
ماہر احباب اس وقت غالباً بی، لے (آئز) کے آخری سال میں تھے اور کالج

بزم ادب میں اپنے درجہ کے محض ایک نامنید تھے۔ چنانچہ میں نے خصت کیا کہ ماہر صاحب بزم ادب کے سکرٹری کو تو لے یجئے تاکہ کیس مضمون ہو سکے۔ مگر ماہر صاحب نے یہ کہتے ہوئے میری تجویز نامنظور کر دی کہ: کیا آپ کو نہیں معلوم کر دد اس سلسلے میں آج تک متھک نہیں ہوئے۔ انہیں اگر اس کا احساس ہی ہوتا، تو وہ خود تم بھوں کو اس کی اہمیت دلتے۔ اگر آپ کو کانٹے کے صاحب ہونے کا احساس ہے، تو ساتھ پہلنے، درنہ میں تنہایی جا کر ملتا ہوں؟

میں لا جواب ہو گیا اور ساتھ ہو گیا۔ جنم کر اپنے کانٹے کو پیش کیا گیا۔ پرنسپل صاحب راضی ہو گئے کہ اردو کا کچھ صفحہ بھی میگرین میں ہونا چاہیے۔ مگر ماسی بی بیٹھے ایک بزرگ استاد نے توبہ کا پتہ چینیکا۔ اگر معنایں معیاری نہ ہوئے تب!

بظاہر بات مناسب نہیں۔ مگر جس انداز میں کہی گئی تھی اس سے ہمیں امزشہ تھا کہ شاید سال بھی کافی بھی میگرین میں اردو کا سیکھن شروع نہ ہو سکے گا۔ اس وقت ماہر صاحب کا استقالہ قابل تحسین تھا۔ انہوں نے دوڑ دھوپ کر کچھ معنایں، افسانے، نظیں، غزلیں طلباء سے لکھو کر کیا دم بیا۔ مجھے بھی ان کے حکم کی تعییل کرنی پڑی تھی۔ میں نے ڈاکٹر عشرت انور کا ایک مطبوعہ مقالہ—
Omar Khayyam کا ترجمہ کر کے ان کے حوالہ کر دیا۔ ماہر صاحب نے قلم برداشتہ ایک انسائیڈ بھیوان "آزادی کا رخ" نکھا تھا تمام تخلیقات انہیں بزرگ استاد کے پسروں کر دی گئیں۔ میرا مفہوم، ماہر صاحب کا انسائیڈ اردو کچھ اور تخلیقات "معیاری" تراویحی گئیں اور پہلی مار جبیں کافی آرہ کے میگرین میں اردو کو نمائندگی ملی اور پھر ہمیشہ کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔

ماہر صاحب کی خدمت اردو کی یہ کوئی واحد شاہ آباد کے معاملہ میں ماہر صاحب بڑے فعال ہیں۔ تقیم کے بعد جو ادبی تہوار آرہ میں ہو گیا تھا۔ اسے توڑنے کا سہرا بھی بڑی حلقہ موصوف ہی کے مرے کے انہیں کی انتہا ک محنت نے حلقہ احباب، آرہ جلسی فعال، باضابط خالص ادبی انجمن قائم کر کے ایک بھر علم و ادب اور سخن نہیں کا چرچا آرائیں عام کر دیا۔ اردو کی بقا کے لئے ماہر صاحب اکثر آرہ کے نزدیک دور کے قریب میں جاتے رہتے ہیں

دہان کے بھوں کو اُردد لکھنے پڑھنے کی ترغیب ملاتے ہیں۔ انہیں اپنے پاس سے ابتدائی کتابیں، سلیٹ، پنسل دیگرہ مختلف تقسیم کرتے ہیں اور انہیں کسی بزرگ کے خواہ کمر کے اس بزرگ کی گنام خدمت کر دیا کرتے ہیں۔ ”دستائش کی عنان صلح کی پروا“ کے مقولہ پر عمل کرتے ہوئے چکے چکے دہ بہت پچھ کرتے رہتے ہیں۔

آرہ اور صاد آباد کے خفتگانِ علم و ادب کو دشناص عالم کرانے میں ماہر صاحب کا سبقت رہا ردل رہا ہے۔ گیارہ سالوں سے ہر ماہ ماہنامہ ”المجیب“ پھلواں کی شریف (بہار) میں ماہر صاحب کسی نہ کسی عنوان سے آرہ کے شوار داد بار پر تحقیقی مضمایں، پردہ فلم کرتے آہے ہیں۔ خود دست اس بات کی ہے کہ ان مضمایں کو مستقل کتابی صورت میں بھاکر دیا جائے۔ تاکہ آرہ کی تابعی علم و ادب پر کام کرنے والوں کے لئے مددگار ثابت ہو سکے۔ مگر یہ کام ماہر صاحب کی تہی دستی سے ممکن نہیں ہے کسی انہیں یا اکاڈمی کو ان کی اجازت سے اس کے طباعت کا نظم کرانا چاہیے۔

ماہر صاحب اپنی کردوخت اور دفتری مشغولیت کے باوجود مثاوعہ، ادبی تبلیغ، مطالعہ اور دیگر ادبی کارکردگی کے لئے وقت نکال ہی لیتے ہیں، جو اچھے اچھوں کے لئے کی بات نہیں ہے۔ مگر ہو یاد دفتر، دوست ہو یادگن، رسالہ ہو یا اخبار، حلقة احباب ہو، یا انہیں ترقی اُردو، مدرسہ ہو یا جامع اُردو، ہر چیز میں اپنی شریت سے محبوس کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دندہ خلوص، استقلال کا دینی عزم دار اور کاچھ، محنت اور لگن کا مرد آہن ہے۔

حلقة احباب، آرہ نے انہیں خوبیوں کے پیش نظر ان کی ۱۳۵۱ میں غزوں کو نہ یور طباعت سے آزاد کرنے کی اون سے گذراش کی تھی، جو انہیں نے غالبہ کی زمین میں کہی تھیں۔ انہیں راضی کرنے میں تقریباً دوسال لگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں قطعہ تاریخ ۱۳۹۱ کی نظر آئے گی۔ جبکہ کتاب ۱۳۹۲ء میں منظر عام پر آرہی ہے۔ جو آپ کے سامنے ”آب لقا“ کی صورت میں حاضر ہے۔

ڈاکٹر سمیع الحق (جزی آنہی) ذی لٹ
صدر شعبہ فارسی اُردو، رانچی یونیورسٹی، رانچی، بہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آہنگ غالب

— اور —

جناب ماہر آرڈی

غالب کو اپنی شاعرانہ آہنگ کا شدید احساس تھا۔ اس کی ایک جھلک دیکھئے:-

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یار ان نکتہ داں کے لئے

فلم نہ نسبت دستم نہال رو عنہ خلاد
وہق ز صنعت نگار خانہ چمن

مری فکر گہر اندوزہ اشارات کثیر
کلک مری قسم آموزہ عبارات قلیل
میرے ابہام پہ ہوتی ہے تصدیق توضیع
میرے اجمال سے کرتی ہے تراویش تفصیل
غالب کی شخصیت اور ان کے فن کی انفرادیت سے نہ عرف ان کا غیرہ ہے

لطف انزوڑ اور اثر پذیر ہوا۔ بلکہ آنے والی نسلیں بھی متأثر ہوئیں۔ اس تاثر کے
 مختلف اسباب ہیں۔ لیکن ایک اہم سبب یہ ہے کہ غالب کا عہدہ اور غالب دونوں ہی
 نام آسودگیوں، قلب و نظر کی محرومیوں، اور دل کی بے اطمینانیوں کے شکار رہتے۔
 یہی وجہ ہے کہ غالب کے ایوان سخن میں ان کی اپنی داخلی کشمکش، تشویش، ترد، اعنة
 اور کرب کی صدر اور بازگشت سنائی دیتی ہے۔ عہدہ حاضر کے بیشتر شعراء بھی غالب
 ہی کی طرح تشكیک، بے یقینی، بے اطمینانی اور نت نبھی محرومیوں کے شکار ہیں۔ اس
 لحاظ سے آج یا نئی نسل کے شوار غالب کے ہمزا اور ہمراز ہیں۔ زندگی کی چیدگیوں
 اور مصیبتوں کی اس حماقت کا نتیجہ ہے کہ عہدہ حاضر کے بیشتر شعراء نے غالب کے فن
 کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی شاعری کے اندر سمونے کی سعی کی ہے۔ یہ اسی ثہ
 اور تقليد کا نتیجہ ہے کہ غالب بیشتر کے اشعار کی تضمین کی گئی۔ غالب کی زمین میں
 غزلیں لکھی گئیں۔ غالب کے آہنگ شعری کو اپنا یا بگایا۔ بیسوی صدی کے بیشمار اردو
 فن کاروں نے غالب کی تشبیہوں اور فارسی ترکیبوں کو استعمال کیا اور برتائے۔ ان
 کے یہاں اندازِ غالب اور اس کی نزَاکتوں کو فن میں سمونے اور اتارنے کے آثار
 نمایاں ہیں۔ غالب کی زمین ہر عہدہ میں نکتہ دالوں کے لئے صلاۓ عام رہی ہے۔
 اردو کا شاید سی کوئی شاعر ہوگا، جس نے غالب کی زمین میں دو ایک غزل نہ کہی
 ہو، یا غالب کی غزوں یا اشعار کی تضمین نہ کی ہو۔ اساتذہ فن تو کیا مبتداً اور نو منشی
 بھی زمین غالب سے آشنا کا دم بھرتے رہتے ہیں۔ اس آشنا کا تصرف ہے کہ مجرّح
 سے روشن صدقی (مرحوم) تک اور صیفروں تک سے ماہر آردو تک غالب کی زمین
 میں طبع آزمائی کرنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھئے۔ ہے ہیں۔ اردو کیا فارسی زبان میں بھی
 الیسا شاعر ہنس ملتا۔ جس کے مکمل دیوان کی تضمین کی گئی ہو۔ غالب اس لحاظ سے منفرد
 ہے کہ اس کے مکمل اردو دیوان کی تضمین کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ تلامذہ غالب میں محروم
 نے سبے زیادہ غالب کی غزوں کی تضمین کی ہے۔ مرزا غزیب بیگ مرزا سہارن پوری

نے غالب کے مکمل دیوان اردو کی تضمین کی ہے، جو روحِ کلامِ غالب" کے نام سے ۱۹۳۸ء میں نظامی پریس بداول سے شائع ہوئی۔ مرزا عزیز جگ مرزا غالب کے نلپید رشید حبیب الدین سوزاڑ، سہاردن پوری کے شاگردوں میں تھے۔ زمینِ غالب کا انتخاب اور اس پر طبع آذمانی اردو شاعری کی ایک دیرینہ روایت بن چکی ہے۔

جناب شش۔ م۔ عارف ماہر آردو، بہار کے اُبھرنے والے شعراء میں اس بحاظ سے منفرد ہیں کہ انہوں نے غالب کے آہنگ کو اپنا یا ہے۔ غالب کی زمین میں طبع آذمانی کی ہے۔ جناب ماہر آردو کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ بہار کے تمام ادبی حلقات آپ کو خوب جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ آپ کی بستیوار غزلیں ایک ترصیہ دران سے اردو مانہناموں اور روز ناموں میں شائع ہو رہی ہیں۔ آپ کے ادبی مضامین بھی براہِ شائع ہوتے لہتے ہیں۔ شاہ آباد کے قائم وجدی شعراء کا ایک تذکرہ بھی آپ ترتیب دے چکے ہیں۔ جناب ماہر کی ادبی منصوبہ بندی میں شعرائے بہار کا ایک تذکرہ لکھنا بھی ہے۔ آشاغی ہیں، مضمون نگار بھی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر محافظ ادب بھی ہیں۔ آپ کے سوانح حیات اور آپ کے ادبی خدمات کی رویداد "سنگ گران" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ غالب کا آہنگ شری کچھ ایسا منفرد اور ممتاز ہے کہ اس کی نئی کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن یہ جراتِ نداز ہی ہے کہ جناب ماہر آردو کے یہاں غالب کی چند نہیں کو خوش اسلوبی سے برتنے کی کوشش ملتی ہے۔ غالب کی شخصیت لوران کے فن میں خودداری اور اناخت کو خاص مقام حاصل ہے۔ جناب ماہر آردو کے فن میں بھی جا بجا خودداری کی جھلک ملتی ہے۔ ۵

منصب و شہرت کا طالب ہے جہاں ہم بھی اور وہ کی طرح ہو جائیں کیا

بلہ حلقة احباب آرہ کی ادبی منصوبہ بندی کی ذیں اشاعت "سنگ گران" کے عنوان سے اکتوبر ۱۹۷۱ء میں منظرِ عام پر آئی۔ یہ ماہر آردو اور ظفرِ رضوی کی غزوں اور تائجِ پیغمبیری کے افساؤں کا انتخاب ہے۔

ک

گشته دوراں جو ہو ماہر اے
مرغ بسم کی طرح تڑ پائیں کیا

سرخ دو ہونے سکے گا کوئی ہر نگ شفق
لائے گی مگر تیری حنا میرے بعد

محج سے ہی تیرے باع کی ہے ساری آباد
گھیں نہیں تو پھر یہ ترا گلستان نہیں
الدرے ذر قطہ پیسہ میں اشک کے
ایمان سے کہو تو کہ یہ کہکشاں نہیں

غالب کی طرح مجھ کو بھی حاصل ہے سو شرف
اک شاعری ہی ذریعہ عزت نہیں مجھے

نازپے طاقت گفتار پہ ماہر کو مگر
دل پگز ری ہے کچھ ایسی کہ سنائے نہ بنے

مانا کہ خون دل میں ڈبو لی تھیں انگلیاں
حالاتِ دل نہ اس پہ بھی ہم سے رقم ہوئے
وہ بھی کہتے ہیں تو تسلیم ہے مجھ کہ ماہر
مجھ ساد بیا میں نہیں کوئی بُرا میرے بعد

غالب کے فن کا ایک اہم موضوع فلسفہ حیات و کائنات بھی ہے۔ غالباً نے
اس سے دو آتشہ کو اپنے خون جگر کی سرخی عطا کی۔ گلابی گلابی نہ رہی۔ بادہ خوننا ب

بن گئی۔ غالب بے ثبات حیات و کائنات کا ماتم نہیں کرتے، وہ حیات و کائنات کو مخفی
فانی نہیں سمجھتے۔ وہ موت حیات اور کائنات کے مثبت کو ایک واضح اور مثبت حقیقت
سمجھتے ہیں۔ ان کی حقیقت پسندی صوفیوں اور فلسفیوں کی ما درائیت سے بہت پرے
اور مختلف ہے۔ ۵

قیر حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیون

جناب ماصر آرڈی نے نہ صرف غالب کی زمین کو اپنا یا ہے، بلکہ انہوں نے
غالب کی آہنگ شوی کو مشعل راہ بنایا کہ حیات و کائنات کے موضوع پر بھی اپنی خیالات
کا اظہار کیا ہے۔ ان کا یہ تحریر قابل قدر ہے: ۶

موت کیا ہے، حیات کیا شے ہے
آج تک حل یستملہ نہ ہوا

یہ غیر مختصر ہنس رو۔ کے بھی تو کاٹ لے کوئی
مرا آجائے جینے کا ہماری طرح جب کائے

زندگی کی آمد زدگی دل میں ہے
پھر تو پتھر سا پلچھے چاہئے

جلوہ زارِ آتشِ دوزخ ہی اس کو جائیے
دیکھنے میں زندگی یوں تو بہت گلگام ہے
لیل و نہارِ نیست میں لوگ اُلچھے کے رہ گئے
دنیا تو دیدنی نہ بھی، کس کو مگر یہ ہوش ہے

غم فراق، غم زندگی، غم دوران :- بلا میں سینکڑوں اک جان نا لاؤ کے لئے

ذلفِ دراز بن کے اُبھتی رسمی مدام
اک تارِ عنکبوت ہے، دینا کہیں جسے

جناب ماہر آردوی کے اکثر اشعار ان کے اپنے تلح و شیری تجربات کے آئینہ دار ہیں۔
اللے سے ان کے شاعرانہ ذہن کی عکاسی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ ان کا
لب لہجہ تکلف نا آشنا ہے، وہ اکثر بڑی سادگی سے پیٹے کی باشیں کہہ جاتے ہیں۔
غالب کی زمین میں زبان و بیان کی پوشگفتگی ان کی ریاضت، جہارت اور رختگی کی
 واضح علامت ہے:

یہ خیالِ خام ہے ہو گا، وہ میرا آشنا
غیر کو دیکھا ہے اکثر ہوتے اپنا آشنا
زمیں تا بنے کی ہوتی جا ری ہے
سودا نیزے پہ سورج آگیا لیا

ذوقِ طلب جو رکھتا ہے غم کا خزانہ مانگ
اس کے علاوہ بھول کے کوئی دعا نہ مانگ

تقاضا جس نہما نہ یہ ستم سے کرتا ہے
گھٹ اور گھٹ کے ہی مرا سانش نکلتے باہر چھپنے

شرطِ الافت بر تستہ پائی ہے
پاؤں میں کس کے آبلہ نہ ہوا

تیرگی میں مل نہیں سکتے بھی نقش قدم
چھپ لے دل ذکر اس کے حسن کی تنویر کا

کہتے یو این نلک بام، نہ میں بوس ہوئے
کیا قیامت ہے دل نہ اہ کیا نالاں ہونا

ہے بے فطرتِ حُسن آفت وہ مزاج نازک
ناز اٹھانا بھی جو چاہوں تو اٹھائے نہ بنے

”آب بقا“ — جناب ماصر آر و تی کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے۔
جو غالب کی نہیں میں ہیں۔ اس میں آھنگ غالب کی گوئی سنائی دیتی
ہے۔ اس میں غالب کی طرح فن کار کی شکست آئندہ و اس کی نامرادیوں اور
محرومیوں، اس کے اضطراب اور کرب کی دھمکات بھی محسوس ہوتی ہے۔ یہ مجموعہ اس
لحاظ سے قابل قارہ ہے اور بہار میں غالبات کے سلسلہ کا ایک حسین اضافہ!

۲۳ جنوری ۱۹۷۳ء

ذکی الحق

شعرہ اردو

بہارشیل کالج پنہہ یونیورسٹی - پنہہ ۲

انتساب!

غالب کے نام!!

غالب کی زبان میں!!

جو اپنے خواجہ نظیری نوشتہ ام غالب
خطا نمودہ ام وحشیم آ فریض دارم!!!!

(دش-م-عارت) ماہر آردی

فروری ۱۳۹۴ء

مطابق دس محرم الحرام ۱۳۹۳ھ

م ۵۶ ہائی کورٹ فیلڈس - لال بہادر شاستری نگر میڈیا

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

مجست بحر آتش ہے نہ اُترا جائے ہے مجھ سے
مگر دریا میں رہ کر بھی نہ تر سا جائے ہے مجھ سے

طبعت ہی کہا مانپے بے تم سے ملے ہمد م
یہ وقت لطف تھا کب گزار اجلے ہے مجھ سے

تعلق بھی عجب رشته ہے دودل حس سے ملتے ہیں
نہ جوڑا جائے ہے اُس سے نہ توڑا جائے ہے مجھ سے

یہ ملتے دیکھا ہوں یوں تو دلوں لب کبھی اُس کے
مگر آہستہ ایسا کچھ نہ سمجھا جائے ہے مجھ سے

عتاب اُس آفت جاں کا، تم، اس فتنہ پیکر کا
اگر ہے دیدلی، پھر کیوں نہ دیکھا جائے ہے مجھ سے

ضعیفی آگئی ایسی کہ ماہر کیا کہوں تم سے
اگر بیٹھا کبھی تو پھر نہ اٹھا جائے ہے مجھ سے

رکھیو یارب پر دل رنگخینہ گو صحر کھلا

تاشِ ذمہاں سے ان کے کشتہ گو ہر کھلا
آسمان پر جلوہ رخسار سے اختر کھلا
سامنے بیٹھے تھے، وہ خلوت تھی، اور کوئی نہ تھا
ایسے عالم میں ہمارے شوق کا دفتر کھلا
منکر اُس سُب کے جو ہیں، پانے ہیں وہ اچھی نزا
چھوٹتے ہیں جا کے کعبہ میں دہی پتھر کھلا
میں شیمِ نکہت گل کا کہاں پاؤں دماغ
سامنے یوں تو نگاہوں کے ہمے اک منظر کھلا

جب چلی اوروں پر کیا بلے آب ہو کر رہ گئی
میری گردن پر چلی تب تیخ کا جو صحر کھلا
اک طسمِ آب و گل ہی تو ہے ساری زندگی
راز یہ کوئی بتائے جیتے جی کس پر کھلا
وحشتِ اہل جنوں اس درجہ اب معروف ہے
رات دن لہمنے لگا زندگا کا اب تو در کھلا
بن گئی کنجی زمینِ شعر غالب کیا کہوں
یعنی ہاہر آج یہ قفلِ سکوت آخر کھلا

ع یہ جنوںِ عشق کے انداز، چھٹ جائیں گے کیا

کہ کے چٹانوں کی بستی میں بھی گھرائیں گے کیا
حالِ دل پھر کو اپنا، ہم سنا پائیں گے کیا
جسم سے اپنے نکل کر بے کاغذ جائیں گے کیا
ہم نہا کر اپنے خون میں تیرے پاس آئیں گے کیا

میں تلاشِ آدمی میں، ہوں جو ہوں، ہر سو، رد وال

اس جبارت پر مری، احبابِ مسکائیں گے کیا

جو فقط اپنے حصارِ جسم میں گم ہو گئے

وہ فضائے نامکان کی سیر فرمائیں گے کیا

جن کے ہاتھوں گلشنِ تہذیب اُجڑا ہی کیا

مجھ کو بھی وہ موردِ الزامِ تھہرائیں گے کیا

طبع نازک پر گراں، مانا کہ ہے، میری انا

یہ متایع بے بہا ہم کھو کے پھر پائیں گے کیا

شعر کی گہرائی پہنچاں روح میں شاعری ہے

شعرِ ہاہرِ مجھ کو حضرت آپ سمجھائیں گے کیا

حُر نہ ہو مرنا تو بیجنے کا مزا کیا

بتاؤں میں ترٹ پنے کا مزا کیا
ہیں دیکھا ہے تم نے آئینہ کیا

زمیں تا بنے کی ہوتی چاری ہے
سو ایزے پہ سوونج آ لیا کیا
ہماں سے خون کی لا لی کیا بتاؤں
مقابل اس کے ہو رنگِ حنا کیا
بڑھی کیوں آگ اس تیزی سے گھر ہی
دیا ہمسایہ نے اس کو ہوا کیا
جُدہ اہر شخص کا رستہ ہوا جب
تو کہنے سننے کا کچھ فائدہ کیا
اسی سے آبردئے زندگی ہے
گئی غرّت تو باقی ہی رہا کیا
بھرے ہیں کان دشمن نے تمہارے
کہا کیا اس نے اور تم نے مسا کیا
غزل میں لو، زبان ماہر کی دیکھو
سمجنے سے ہی پہلے مرحبا کیا!

حُدُج کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

جب پڑا اعلیٰ پڑا، پالسہ ہری تلپیر کا
ہٹ نہیں سکتا کبھی لکھا کسی تقدير کا
ہے خدا کے فضل پر موقوف ملنا دہمی
منزلت، عوت، دجاہت، ہرتہ، تو فیر کا
ہو کے جتنا ہرے قائل چلانخجہ چلا
چلتے چلتے آپ بھر جائے گا ہنہ شمشیر کا
قطرہ قطرہ خون کا نقش صداقت بن گیا
کٹ گیا ہر حینہ کہنے کو گلا ششیر کا
تیرگی میں مل نہیں سکتے کبھی نقش قدم
چھپر لے دل ذکر اس کے حُسن کی تنوزیر کا
کچھ دنوں پہلے تو اب پر اس کے تھا فہرست کوت
ہو گیا اپنے شوق ماہر کو بھی اب تغیر کا

عڑ گافیت کا دلشن اور آدارہ گی کا آشنا

یہ خیالِ خام ہے ہو گا دہ میرا آشنا
 غیر کو دیکھا ہے اکثر ہوتے اپنا آشنا
 چھوڑ دیتا ہے بُرے وقتوں میں خود سایہ بھی ساتھ
 بے کسی میں کون ہوتا ہے کسی کا آشنا
 ”خوب دستِ دعا“، آئینہ تقدیر ہے
 میری آہِ آتشیں“ ہے جیسے عنقا آشنا
 دہ شکستِ قیمتِ دل ہی سمجھ سکتا نہیں
 جس کا دل ٹوٹانا نہ ہو، جو ہو، وفا نا آشنا

”شرح ابابِ گرفتاری“ خاطر ہی رہی
 ہوتا ہمِ مختصر میں کس کا کس کا آشنا
 میں تو دیوانہ ہوں خود رہنا ہوں آتش زیر پا“
 لاستے کے پیچ دنخ میں میں ہوں تھا آشنا
 سوچ کر کچھ گاہاں اُن سے عرضِ مگعا
 عرش پر ہے جب دماغ اور دل تھنا آشنا

ظر سُنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

آن کا جب تیر نظر یاد آیا
لد دئے زخم جسکر یاد آیا

جب اسے میں نے بھلانا چاہا
اور وہ رشک تھر یاد آیا

کیا کہوں وحشت نہ مل ان فراق
کبھی صحریا، کبھی گھر یاد آیا

میرا کہتا، مجھے خط لکھئے گا
آن کا کہتا کہ اگر یاد آیا

آن کے وعدوں کا یقین کرماہر
آہی جائیں گے اگر یاد آیا

عمر میر اسرارِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

کب اٹک شبِ ہجر سمندر نہ ہوا تھا

ہاں! قطرہ نیساں ابھی گوہر نہ ہوا تھا

پُر نوہ ہوا خانہ دل ان کے قدم سے

اس سے کبھی پہلے یہ منور نہ ہوا تھا

زلفیں تو سنوارتی ہی رہی بارہا لیکن

آمیش کبھی رُخ کے برابر نہ ہوا تھا

ہمراڈ کی صورت رہی تاغر اسیری

اس سے جو رہا ہونا مقصد نہ ہوا تھا

ملنا تھا نہ ملتا ہے سکوں دہر میں مجھ کو

حاصل وہ ہوا اب جو میسر نہ ہوا تھا

ملتی ہی کہاں چھاؤں مجھے وادی غم میں

سایہ بھی مرا قد کے برابر نہ ہوا تھا

دعویٰ سخن کرنا، تو اک بات ہے ماہر

اب ٹک کوئی شاعر تراہمسرنہ ہوا تھا

ڪر اک تماشہ ہوا گلہ نہ ہوا

ختم آخر یہ سلسلہ نہ ہوا
 پیش کب کوئی حادثہ نہ ہوا
 دیکھنا رہ دے یار کی تصویر
 دل صد پارہ آئینہ نہ ہوا
 موت کیا ہے، حیات کیا شے ہے
 رج تک حل یہ مسئلہ نہ ہوا
 اصل اور نقل میں ہے فرق بڑا
 کبھی کوئی صنم خدا نہ ہوا

شرطِ العفت برپنہ پائی ہے
 پاؤں میں کس کے آبلہ نہ ہوا
 بحرِ سنتی میں عمرِ حنفی نفس
 بانی میں کوئی بلبلہ نہ ہوا
 جاچکی سختی بگاہِ منزیل تک
 حیف! طے دد بھی فاصلہ نہ ہوا
 دوست ہو، یا عزیز ہی کوئی
 نہ ہوا، کوئی بھی مرد نہ ہوا

نخشیں اس کی عام پیں ماہر
 ہم تھے کمزور، حوصلہ نہ ہوا

ظرِ دل مرا سو نہیں سے بے عایا جل گیا

اس کی محفل میں کبھی کوئی جو کیا جل گیا

صورت پر دانہ جس کو اس نے دیکھا جل گیا

لہ کھتے ہی میر سے قدم دیر ان محفل ہو گئی

تحالہ قیبِ فتنہ سامان سبز پر اجل گیا

آپ کی آواز تھی یار آگ دیکپ کا کوئی

شنتے ہی قلب پر لشائی شمع آسا جل گیا

آپ نے دل میں لگادی آگ جو اچھا کیا

چکھنہمیں معلوم کیا باقی رہا، کیا جل گیا

ایک ہی کھویا، لہ الفت میں پایا سیکڑوں

پینے پہلو میں تھا اکٹلی اور کیا تھا جل گیا

دیکھ کر ماہر ترقی علم و دولت کی ترے

کل تو جلتا تھا پریا، آج اپنا جل گیا

کوئی بستلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا
 لذتِ نرم جگر بتلائیں کیا
 یہ بھی صورت ہے کوئی دکھلائیں کیا
 آپ ہی کی دوستی پر ناٹھے
 نہدہ پر وزغیر کو اپنا میں کیا
 لوگ کھاتے ہیں فریب نو بہ نو
 آپ ہی فرمائیے! ہم کھائیں کیا
 راتنی بے وقت کی ہو پھر دتے
 ایسے عالم میں ہم اپنی گائیں کیا
 منصب و شہرت کا طالب چہاں
 ہم بھی اور دل کی طرح ہو جائیں کیا
 آج یارخ پر سرخ، کافی ہے یہ
 اور اب ہم آپ کو شرمائیں کیا
 کشیدہ دورانی جو ہو ماهر اسے
 دروغ بسم کی طرح تڑپائیں کیا

غُر عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا

قابلِ قدر تو ہے، وَا دِمْنَدِ اں ہونا
 اُس پہ طرہ، تری زلفوں کا پریشان ہونا
 سات پر دوں میں چھپا، جو ہر تباہ بانِ جمال
 اس پچھی سکنے آئینے کا حیران ہونا
 کتنے ایوانِ فلکِ بام، زمیں بوس ہوئے
 کیا قیامت ہے دلِ زار کا نالاں ہونا
 ہمنے مانا کہ یہ ہے آبِ بفتا کا منبع
 پہلے ثابت کھی تو ہو جپشمہ جموں ہونا
 لاج رکھنی ہے یہاں ہمنے کی جانے والوں
 لا لہ دُگل میں کجھی کچھ تو منایاں ہونا
 لا یا ایمان، کہ ماہر بھی ہی، بیشک، شاعر
 لَحْ ج ہی دیکھا ہے کافر کا مسلمان ہونا

۶ اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کچھ

ہمارے جسم سے کا نٹا تو اے ستمگر پکھنے
وہ تیر نیم بگا ہی ذرا مکر لے پکھنے
بنادے اور بھی مسیل کچھ ایسا منظر کچھ
جے رہیں گے وفا پر پہاڑ کے مانند
ترا تو شیوه ہے ناک چلا کہ خخر کچھ
تفاضا جب نہ مانے یہ ہم سے کرتا ہے
گھٹ اور گھٹ کے ہی مر سالن تک نہ باہر کچھ
کہوں گا بات وہی سع جو ہے مرے نزدیک
تو جا ہے قتل پر میرے ہزار الخبر کچھ
کبھی طلب جو کیا حق، تو کہہ کے دیوانہ
ہزاروں لڑکوں نے مارے ہیں مجھ کو پتھر کچھ
ہے کون کرتا نہ مانے میں بات سیدھے مہنہ
جو آئے دل میں تو دوچار تو بھی تھر کچھ
چک اٹھے مری تقدیر، خالق اکبر
کوئی تو ایسا قلم صفحہ جیسیں پر کچھ
بخوبی دے اے ماہر، وصنو کو کافی ہے
بھگوئے اشک نے جس کو، وہ دامن تر، پکھنے
جو بادہ تو شی ہی منظور ہے تو اے ماہر
پکھنے کے خصہ محشر میں جام کو شر کچھ

کس کے گھر جائے گا سیلا بِ بلا میرے بعد

اہلِ دل، اہلِ دفا، اہلِ رضا میرے بعد
تم ہی کہہ دو، کوئی دنیا میں ہوا میرے بعد
رُطفت جتنے کا اٹھائیں گے اٹھانے والے

آئیں گا پھر نہ محبت میں ہزا میرے بعد
اک نظر میں تو مرا ہو گیا قصہ ہی تمام
اب کدھر جائے گی دنیا میں قضا میرے بعد
سرخ رو ہونے کے گا کوئی ہر نگہ شفق
رنگ لائے گی مگر تیری حنا میرے بعد
یہ تو فطرت ہے نہ چھوڑی گی یہ خصلت اپنی
کیا بدل سکتی ہے یہ آب و ہوا میرے بعد
وہ بھی کہتے ہیں تو تسلیم ہے مجھ کو ماہر
مجھ ساری دنیا میں نہیں کوئی بُرا میرے بعد

۶ ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گران اور

در آپ کا ہم چھوڑ کے اب جائیں کہاں اور
ہے ترکِ تعلق میں خود اپنا ہی نیاں اور
آسان اٹھانا نہ تھا، کچھ بار غلافت
جُز میرے اٹھانا بھی کوئی بار گران اور؟
دل ہے کہ کوئی چوبِ تروتازہ و شاداب
جب آگِ سُلگتی ہے تو اٹھتا ہے دھواں اور
ہے فصلِ بہار اس میں جن شُعلہ براں
اب دیکھئے کیا ہوتا ہے اندازِ خزان اور
آزادی گفتار و خیالات کا انہصار
بہ بادی کے اب اس سے بھی بڑھ کے ہیں نشان اور
جب شیشہِ دل پر مرے زنگار ہے آتا
کیا ہے کیا چکتا ہے مرادِ ایغُرہ اور
میں شاخِ ثردار کے مانند ہوں صاحب
ٹتا ہوں کسی سے تو وہ کرتا ہے گماں اور

تومشی ناز کر خونِ دو عالم، میری گردن پر

اگر بھلی کو گرنا ہے تو گر جائے نیشن پر

کہ آئیے حادثے کتنے پڑے ہیں میکشن پر

مرا ذوقِ حمیں سندھی بھی ہے صدائٰ تحسین

بجا ہے ناز کرنا ہوں جو میں ترینِ میکشن پر

جلانا ہے مجھے اپنا چراغِ زندگی آئے دل

اب اُس کی روشنی ہی مخصر تیرے ہی روغن پر

اگر توبہ شکن ہونے کی مجھ پر بات آئے گی

تو کہدوں گا کہ اس کا خون ہے ساقی کی گردن کے

کسی کی پریشانِ احوال کا اُف لے اثرِ عاہر

ٹیک پڑتے ہیں دُوقطرے مریاں کھوں سے دامن پر

کون جیتا ہے تری نُلف کے سر ہونے تک

نگ بدلائی کیا حال دگر ہونے تک
کیا قیامت پہ قیامت تھی سحر ہونے تک

لوہوئی جاتی ہے کمزور چراغِ دل کی
خاک بھڑے گا یہ بخخت سحر ہونے تک

ہے اس خاک نے کیا کیا آٹھائے طوں
اک قیامت تھی بپا میرے بشر ہونے تک

دل یہ کہتا ہے کہ دن رہتے چراغاں ہو گا
اک ذرا صبر کرو رقصِ شرہ ہونے تک

جانے کتنے ہی مرحل سے گزرتا ہے غبیب
تخم پہ کیا نہ گزرتی ہے شجر ہونے تک

دل پہ کیا کیا نہ گزر جائے سمجھ لو ماہر
ذلتے سے بڑھ کے تھیں شمش و قمر ہونے تک

خدا نے مانگ
مجھ سے مرے گئیہ کا حساب اے خدا نے مانگ

ذوقِ طلبِ جو رکھتا ہے غم کا خزانہ مانگ
اس کے علاوہ بھول کے کوئی دعا نہ مانگ
قاتل کا تھا قصورہ نہ ختیر کی چال تھی
ایسے میں میرے قتل کا کچھ خون بہانا نہ مانگ
ڈوبے نہ لے کے یہ رکش احتیاطِ شوق
جُز شو خیوں کے یارے سے رنگِ خزانہ مانگ
بُرہم تمام عمر ہی زلفِ کائنات
اب ذوقِ دارگی کی لہڑائے صبا نہ مانگ
منزل کی ہوتلاشش تو بڑھتا ہے جنوں
پسے دفورِ شوق سے اب راستہ نہ مانگ
نیکی دہی بے کر کے جو دریا میں ڈال دے
اپنی زبان سے کوئی بھی اُس کا حصہ نہ مانگ
اک چلتی پھرتی لاش ہیں لوگوں کے یہ بھوم
ماہر زیادہ اور اب ان کا پتہ نہ مانگ

برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

آپ فرنا نہ، جہاں عشق میں دیوانہ ہم
گلشنِ ایجاد کو بھی سمجھے ہیں دیرانہ ہم

عالم دیوار انگی بھی دُ درق ہے زیست کا
صح کو جاتے تھے مسجد، شام کو میخانہ ہم

اس طرح لکھ تو بیشک ہو دہ کوئی داتاں
آپ ہوں گے اس کے عنوان حب کے ہی فسانہ ہم

پیٹ کے پلکے نہیں شیشے کی صورت بزم میں
جو چھلک سکتا نہیں، لکھتے ہیں وہ پیارا نہ ہم

آپ ہیں ماہر خفا اور بات اتنی ہے فقط
کہہ دیا کرنے ہیں مہنہ پر، دل کی یہ باکانہ ہم

عمر موت سے پہلے آدمی خم سے نجات پائے کیوں

مرہی گئے تو اب کوئی سوئے مزار لے کیوں
 کون دفاشوار ہے، کوئی دیا جلاے کیوں
 میرے ہی مشتِ خاک پر شیخِ حرم کو ناز ہے
 سجدہ کرے تو کیوں کرے کوئی عنہم بنائے کیوں
 راہِ حیات پُر خطر مانا کہے جہان میں
 اپنی مراد تک مگر کوئی پہنچ نہ جائے کیوں
 کہتے نہ تھے کہ دوستی نبھ نسکے کی آپ سے
 اب جو بگڑ گئی تو پھر کوئی اسے نبھائے کیوں
 ماہرِ ختنہ پس کے میں جذب نہ میں میں ہو گیا
 خاکِ مری چمن میں پھر بادِ عبا اڑاۓ کیوں

نامہریاں نہیں ہے اگر مہریاں نہیں

دل مشتعل ہے سلیمان میں، لب پر فعال نہیں
اندر رہ کان جلتا ہے، باہر دھواں نہیں

محبو سے ہی تیرے باغ کی ہے ساری آبرو
گرمی نہیں تو پھر یہ ترا گلستاں نہیں

راہ و فامیں ہم نے جو چھوڑے تھے نقش پا
اب دور، دور تک کہیں اس کا نشان نہیں

الشدے نو، قطرہ پیغم میں اشک کے
ایمان سے کہو تو کہ یہ کہکشاں نہیں

بارِ فراق اُٹھنے سکے اس سے غشق میں
ایسا بھی ماہر آپ کا اب ناتوان نہیں

عمر یہ درد وہ نہیں ہے کہ پیدا کرے کوئی

کب تک امیدِ خام پہ بیٹھا کرے کوئی
چھٹ کہنے سے بھی پہلے تو سوچا کرے کوئی

قدیلِ جھوڑ ہی ہے تھنا نے زیست کی
اب لاکھ لو پہ لونہ بڑھایا کرے کوئی

گر ہو سکے نہ دل ہی منور توابے ندیم
کیا فائدہ کر کعبہ کو جایا کرے کوئی

چھبندگی کی لاح تور کھلے مرے خدا
میں سیدہ تیرا اور تماشا کرے کوئی

ماہر کو آرزو بُت خود سر کی ہونہ کیوں
دبیر و حرم میں اب کسے سجدہ کرے کوئی

لئے یکھ اور چاہئے وسعتِ مرے بیان کے لئے

زمینِ ہی کے لئے ہے، نہ آسمان کے لئے
کرمِ حضور کا ہے عالمِ دو جہاں کے لئے

کلیٰ کا حُسن، گلوں کا شباب، مونجِ نیسم
یہ ساری چیزیں میں ترین گستاخان کے لئے

غمِ فراق، غمِ نہ ندگی، غمِ دوران
بلا بین سیکڑوں اک جان نالوان کے لئے

وہ اور ہوں گے جو غیروں کے درپیہ چھکتے ہیں
مری جمیں ہے فقط تیرے آستان کے لئے

کسی کا گوشہ داہن نہ مل سکا ماہر
شبِ فراقِ مری پشمِ خون فشاں کے لئے

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

ایسا نہیں کوئی کہ شنا سا کہیں جسے
ملتا کہاں ہے کوئی ہم اپنا کہیں جسے

اک مرکرِ خیال ہے مُدنیا کہیں جسے
کوئی نظر تو آئے کہ تم سا کہیں جسے

سایہ بھی بھاگتا ہو جہاں اپنی ذات سے
دہ ہے سرابِ دشت، تمنا کہیں جسے

زلفِ دراز بن کے اُلجھتی رہی مدام
اک تارِ عنکبوت ہے مُدنیا کہیں جسے

ماہر وہی نہ کہتے ہیں سب جس کو آدمی
ہیں خوبیاں ہی کیا کہ ہم اچھا کہیں جسے

ظر اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خوش ہے

یہ جو سمجھ لے ہے ہوتم محفلِ نادِ نوش ہے

بزم طرب نہ جائیو دنیا و بالِ دوش ہے

یہ دنہار نہ بیست میں لوگ اُنجھ کے رہ گئے

دنیا تو دیدی نہ تھی، کس کو مگر یہ خوش ہے

تالِفِس کا سلسلہ، دار و مدار نہ ندگی
عالم ہاؤ یو مگر نالہ صد خروش ہے

گزری ہے کیا هر یعنی پر کس سے یہ کوئی پوچھے اب
شمع کو آہ کیا کیوں، رکھ کے زبان خوش ہے

ماہی خوش نوازے کیا شاعری ترک کر سی دی
پچھہ تو کہو وہ دوستِ غرضے سے کیوں خوش ہے

ظر اپنا بیان حُسن طبیعت نہیں مجھے

اسم جدید سے تو بفاوت نہیں مجھے
لیکن ہے بات اتنی کہ رغبت نہیں مجھے

دُنیا یہ لتی رہتی ہے گرگٹ کی طرح رنگ
مجھ سے ہے بدگمان توحیرت نہیں مجھے

بن کر صلحہ عبادت و طاقت کا گر ملے
اے دوستو! پسند وہ جنت نہیں مجھے

غالب کی طرح خچھ کو بھی حاصل ہے سو شرف
اک شاعری ہی ذریعہ عزّت نہیں مجھے

میں تو نشانہ ہوتا ہوں ماہر خلوص پر
معلوم کچھ طریق عبادت نہیں مجھے

وہ اک نکھلہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

نظر میں خضر کوئی ہے نہ ابن مریم ہے
عجیب بلا میں گرفتار ابن آدم ہے

اُلچھ اُلچھ کے پیٹتا گیا یہاں انسان
بساطِ دہر نہیں، دامِ نلف پُر ختم ہے

ہمارا آپ کا جینا بھی ہے کوئی جینا
جودل ہے چاک ہے، جو آنکھ ہے ود پر نہیں ہے

مزاجِ دیرِ در حرم کل بستاؤں گا تم کو
مثالِ گیسوئے پُر تیچ آج بہ کم ہے

نہ دل دہی ہے نہ ہے دل بری کہیں ماہر
زمانہ دے مجھے آزار بوجھی وہ مم ہے

ظر کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنتے

دلِغ دل اپنا کسی طرح دکھائے نہ بنے
اور جاہوں جو چھپا نا تو چھپائے نہ بنے

دامنِ دل میں وہ حچاہیں لگا دیں آگ
ہم اگر خدا ہیں مجھا نا تو مجھائے نہ بنے

تم کو هناظور نہیں اپنے تفافل سے گزین
ہم پہن آئی ہے ایسی کہ بنائے نہ بنے

اُف لئے یہ ترہِ صبی یا اندر ہیرے کا فروع
دیپ نکھون کا جلاوں تو جلائے نہ بنے

ہائے پہ فطرتِ حسن، اُف وہ مزاجِ نازک
ناز اٹھانا بھی جو جاہوں تو اٹھائے نہ بنے

سچ کے دیجئے دیوانے کو دامن کی ہوا
یہ بھی ممکن ہے کہ پھر ہوش میں آئے نہ بنے

ناز ہے طاقتِ گفتار پر ماہر کو مگر

دل پہ گزدی ہے کچھ ایسی کہ سنائے نہ بنے

غُم وہ افسانہ کہ آشفته بیانی مانگے

زلفِ محبوب سے کیا کوئی کہانی مانگے
اُس کا کامنا نہ زبان کھولے نہ پانی مانگے

تابشِ حسن سے رات اپنی کہانی مانگے
اور تری زلف مسلسل کی زبانی مانگے

پھر نظرِ میری دہی بات پرانی مانگے
نقشِ اول سے جو بہتر ہو وہ ثانی مانگے

جیفت اگر ذوقِ سخن بات پرانی مانگے
اس زمانے میں بھی لفظوں سے معانی مانگے

دن ترے عارضِ پُر نور کا قصہ چاہے
راتِ محبر سے تری زلفوں کی کہانی مانگے

حسنِ مخدر کو اک نیم نگاہی سے بھی خل
دل وہ داداں کہ هرگز کی نشانی مانگے

بسیل غشتوں کو وہ دن نہ دکھانا پا رہی
حسن آئینے سے جب اپنی جوانی مانگے

دل کوئی شمع نہیں ہے شبِ بحر جس سے
تکسیر سلسلہِ اشکِ فشاںی مانگے

زندگیِ شوق کی تا حدِ نظر اک صحراء
دل وہ کشتی ہے جو صحراء سے روائی مانگے

ماہر اُس قشۂ بی بی پر مجھے آتا ہے تو اس
ہو کے بتایا بیباں سے جو پانی مانگے

۶۷ ہر ہنپر اس میں ہاٹھ ہمارے فلم ہوئے

کتنوں کے ہاٹھ کٹ گئے اور سر فلم ہوئے
 ان کے مقابلے میں ستم مجھ پہ کم ہوئے
 گودو ش نا تو اں پہ یہ سستی بھی بالہ ہے
 پھر بھی یہ سوچتے ہیں کہ انبار کم ہوئے
 مرنے کا کچھ نشان ہے نہ جینے کا کچھ بیوں ت
 ہم لوگ درمیان وجود و عدم ہوئے
 دنیا پکارتی ہے مگر بوئے لئے نہیں
 گوپا کہ تم خدا نہ ہوئے اک صنم ہوئے
 دامن ہمارا بھیگ گیا سیل اشک سے
 اور تیری آستین کے گوشے نہ نم ہوئے
 سیراب حسن، حسرتِ ذوقِ جمال ہوئے
 نظرے ایسے دہریں کم ہی بہم ہوئے
 ماتا کہ خونِ دل میں ڈبو لی تھیں آنگلیاں
 حالاتِ دل نہ اس پہ بھی ہم سے رقم ہوئے
 ماہر نے اپنے آپ سے کم دشمنی نہ کی
 ہر ہنپر دوستوں کے بھی اُس پر کرم ہوئے

لر کھڈے کوئی پیانہ و صہبائے آگے

اس طرح کر و قم نہ تماشائے آگے پھلنے کا نہیں کوئی بہانہ ہرے آگے

کوئی تو محرك ہے، ہوا ہو کہ خدا ہو پیے وجہ تو بہتا نہیں پتائے آگے

ورج بھی ہوا سر دسمندر بھی ہوئے خشک

اک نقشِ قدم ہی سبھی کچھ اسلوب بھی دد دی

ہزار بتاتے ہیں کہ کچھ ہو کے لمبے گلا امروز یہ میں آئینہ فرد امرے آگے

ملنا ہو کہ ختم، پیاس پہ موقوف ہے ماہر

چلو سے بھی کچھ کم ہے بہ دریا ہرے آگے

عَزْ صَحْ سَمِعُومَ آثَالِ طَهُورِ شَامَ هَمَّ

بَيْ تَحْلُصِ اپِنَا مَاهَرَ، عَارِفٌ اپِنَا نَامَ هَنَّ
نَامَ سَمِعُومَ نَهِيْسَ هَمَّ کَامَ هَيْ سَمِعُومَ کَامَ هَمَّ

جَلوَهْ زَارِ آتِشِ دَوْرَخَ هَيْ اسَ کَوْ جَانِيْرَ

دِیکھِنے میں زندگی یوں تو بہت گُلگامَ هَمَّ

ہیں نہیں تابوتِ دل میں اپنے لاکھوں حَمِیْاں

دل ہمارا ہَمَّ کہ کوئی مصرا کا اہرامَ هَمَّ

وَاقِعٌ اسَرَالِ فَطْرَتِ جَب سَمِعُومَ یَهَا نَسَانَ ہَوَا

لَفْتَهْ لَفْتَهْ ہَیْ کَہی اب دورِ الْاوَهَامَ هَمَّ

شَعلَهْ انفاس میں اب حَدِیْثِ آتِشِ کہاں

دُوْبِتَا سُورَجَ ہَمَّ مَاهَرَ، زندگی کی شَامَ هَمَّ

ع نا امیدی اس کی دیکھا چاہیئے

جاہمہ ہستی اُ تارا چاہیئے
مر کے یہ پوشاک بدل لا چاہیئے

زندگی کی آرزو گر دل میں ہے
پھر تو پھر سا کلیحا چاہیئے

دھوکے زہرا بیہ کب تک پائیں
پتوں کو اب تو سایا چاہیئے

العطش کا چار جانب شور ہے
اپنا غصت آپ پینا چاہیئے

چل لیئے ہیں لوگ لاشوں کی طرح
ختم بادنِ ادھ کہنا چاہیئے

امتحانِ طرف ہے مقصد پھر
آہ کی تاثیر دیکھا چاہیئے

اور بھی باقی خزانوں ہیں ابھی
بزم سے ماہر کھسکنا چاہیئے

دُل کی دہ حالت کو دم لینے سے گھرا جائے ہے

زکف اُس کی دوش پر حب شام کو لہرائے ہے
صینگھا بادِ صبا بوئے مجست لائے ہے

جب شب فرقہ کبھی دامن ذرا بچھیا لائے ہے
حضرتِ خواپ سحر میں دل ہی ڈو با جائے ہے

مو جہ باد پہاری، قاتلِ نغمہ پولی
کھلکھلاتی ہے کلی اور بچوں سوکھا جائے ہے

چٹکیاں لینتی ہے رہ رہ کر شکست آندو
رات کے پچھلے پھر نغمہ جو کوئی گانے کے ہے

ہم فلک سے بھی نہیں ڈرتے، مگر قلبِ حزین
اس نہیں کے باسیوں سے خوف کچھ کچھ کھا جائے ہے

ہاں سمجھ کر کھو لئے گا، حضرتِ ماہر ازیان
باتوں باتوں میں یہاں شمشیرِ چل چل جائے ہے

ع دمِ تیغ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے

خوشی کے وقت بھی اکثر بعدِ رنج و تعقیب کاٹے
جو دلکم اس عمر میں ہم نے ہے میں تم نے کب کاٹے

یہ عمرِ مختصر مہنس رو کے بھی تو کاٹ لے کوئی
ہزا آجائے بیانے کا ہماری طرح جب کاٹے

نگاہ و دل کی پاتوں کو سمجھنا تھا نہ تم سمجھے
جو لہشت تھے بہم فائم وہ تم نے بے سبب کلے

مثال بُوئے گل ہوتے تو میں ہم بھی پریشان کچھ
مگر آفات بتتے بھی تھے ہم نے مہنس کے سب کاٹے

یہ عالمِ نزع کا ہے بچکیاں رہ رہ کے آئی ہیں
نہ جانے آج بیمارِ محبت کیسے شب کاٹے

زمانہ پھر گیا ہم سے گزاریِ رنج و غم سستے
چلو پھٹی ہوئی اب توبہت غیرظ و غضب کاٹے

صف آرائے زمانے میں فوجوں و فسق کے بلین
طناب خیمه اپیاں نہ کوئی بولہب کاٹے

جو چھوٹے ہیں کبھی تم سے وہ یاد آتے بھی میں تم کو
یہ لمحاتِ حداں تھم نے لے ماہرِ غضب کاٹے